از

فقیہ العصر حضرت مولانا

مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب

نور اللہ مرقدہ

الاستفتاء

وارجلکم بکسر لام قراءت کی تحقیق

قول خداوندکریم :فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم میں بکسر لام کی قراءت متواترہ ہے یا شاذہ؟ بحوالہ کتب ارشاد فرمائیں۔

الجواب وھو الملھم للصدق والصواب

قال العلامة الشامی :القرآن الذی تجوز به الصلاة بالاتفاق ھو المضبوط فی مصاحف الائمة التی بعث بھا عثمان رضی الله عنه الی الامصار وھو الذی اجمع علیه الائمة العشرة وھٰذا ھو المتواتر جملة وتفصیلاً فما فوق السبعة الی العشرة غیر شاذ وانما الشاذ ماوراء العشرة وھو الصحیح ۔وتمام تحقیق ذٰلك فی فتاویٰ العلامة القاسم (شامی ج ۱ ص ۴۵۳)

قال فی غیث النفع فی القراءة السبع مذھب الاصولیین وفقھاء المذاھب الاربعة والمحدثین والقراء ان التواتر شرط فی صحة القراءة و لاتثبت بالسند الصحیح غیر المتواتر الخ ۔فالشاذ مالیس بمتواتر وکل مازاد الآن علی القراءات العشرة فھو غیر متواتر (حاشیہ سراج القاری ص ۱۸)

ان دونوں عبارتوں سے واضح ہے کہ ائمہ سبعہ بلکہ عشرہ کی قراءتیں متواتر ہیں اورشاذ وہ قراءت ہے جومتواترنہ ہواورقراءت عشرہ کے علاوہ جوقراءت ہے وہ شاذ ہے۔ جب یہ اصول معلوم ہوگیاتواب وارجلکم بکسرلام کی قراءت کے بارہ میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ یہ قراءت بھی فتح لام یعنی بالنصب کی قراءت کی طرح ہی متواتر ہے،اورقراءت بالجراورقراءت بالنصب کے تواترمیں ذرہ برابرفرق نہیں ہے۔قراءت بالجرکوشاذ نہیں کہاجاسکتاکیونکہ اس کے روایت کرنے والے قاری قراء سبعہ میں شمار ہوتے ہیں اوران کی قراءت متواتر ہے۔

علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ اپنے قصیدہ لامیہ میں فرماتے ہیں:

وارجلکم بالنصب عم رضاعلا۔

اس کی شرح میں علامہ ابن القاصح لکھتے ہیں: ثم اخبران المشار الیهم بعم والراء والعین فی قوله عم رضاعلاوهو نافع وابن عامر والکسائی وحفص قرؤاوارجلکم الی الکعبین بنصب اللام فتعین للباقین القراءت بخفضها (سراج القاری ص۱۹۸)

''غیث النفع ''میں ہے :(وارجلکم)قرأ نافع والشامی وعلی وحفص بنصب اللام عطفاًعلی وجوهکم والباقون بالخفض عطفاًعلی برؤسکم والمرادبالمسح فیهاالغسل والعرب تقول تمسحت للصلاة ای توضأت لها (حاشیہ سراج القاری ص۲۰۰)

ائمہ قراءت کی ایسی تصریحات کے علاوہ ائمہ تفسیر نے بھی دونوں

قــراءتوں کو مشہور و متواتر قــرار دیا ہے۔ چنانچہ تفسیر جلالین کے مقدمہ میں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے کہ اس تفسیر میں قراءت مشہورہ پر تنبیہ کی جائے گی ان کے الفاظ یہ ہیں: وتنبیه علی القراءت المخلفة المشهورة (ص۲)

پھر ارجلکم میں دونوں قــراءتوں کا ذکر فــرمایا ہے۔ فرماتے ہیں: وارجلکم بالنصب عطفاً علٰی ایدیکم والجر علی الجوار (ص۹۳)

اس پر علامہ الجمل ارقام فرماتے ہیں: وفی السمین قرأ نافع وابن عامر والکسائی وحفص عن عاصم ارجلکم بالنصب وباقی السبعة وارجلکم بالجر الخ۔ (ج۱ص۴۶۷)

اس کے بعد چار توجیہات کی ہیں قابل دید بحث ہے۔

کتاب ''املاء مامن به الرحمٰن ''لابی البقاء میں بھی قراءت بالجر کو قراءت بالنصب کی طــرح ہی مشہور لکھا ہے فرماتے ہیں: ویقرأ بالجر وهو مشهور ایضا کشهرة النصب وفیها وجهان احدهما انها معطوفة علی الرؤس فی الاعراب والحکم مختلف فالرؤس ممسوحة والارجل مغسولة وهو الاعراب الذی یقال هو علی الجوار ولیس بممتنع ای یقع فی القرآن لکثرته فقد جاء فی القرآن والشعر فمن القرآن قوله تعالٰی ''وحور عین'' علی قراءة من جر وهو معطوف علٰی قوله ''باکواب واباریق''۔ (حاشیہ الجمل ج۲ص۳۹۱)

تفسیر خازن میں ہے :وسبب ھٰذا الاختلاف اختلاف القراء فی ھٰذا الحرف فقرأ نافع وابن عامر والکسائی وحفص عن عاصم وارجلکم بفتح اللام عطفاً علی الغسل .....وقرأ ابن کثیر وابو عمر وحمزة وابو بکر عن عاصم وراجلم بکسر اللام عطفاً علی المسح (ج۲ ص۱۹)

تفسیر کبیر میں ہے :حجة من قال بوجوب المسح مبنی علی القرائتین المشھورتین فی قوله وارجلکم فقرأ ابن کثیر وحمزة وابو عمرو وعاصم فی روایة ابی بکر عنه بالجر وقرأ نافع وابن عامر وعاصم فی روایة حفص عنه بالنصب الخ (ج۔۔ ص۵۴۶)

تفسیر خازن اور تفسیر کبیر میں ائمہ سبعہ میں سے ان ائمہ کا نام بھی صراحتاً بتلادیا گیا ہے جن کی قراءت بالجر ہے۔ یہ قراء ابن کثیر، حمزہ ، ابو عمر اور عاصم سے ابو بکر کی روایت ہے۔ یعنی حضرت امام عاصم کے ایک شاگرد حفص نے اپنے استاذ امام عاصم سے نصب کے ساتھ پڑھا ہے اور امام عاصم کے دوسرے شاگرد ابو بکر نے جر کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور جس طرح حفص کی روایت بالنصب نافع ، ابن عامر، علی الکسائی کی قراءت بھی ہے اسی طرح ابو بکر کی روایت بالجر ابن کثیر ابو عمر بصری حمزہ کوفی کی بھی قراءت ہے۔

قراء سبعہ میں سے جتنے قاری نصب کے ساتھ پڑھتے ہیں اتنے ہی قاری جر کے ساتھ پڑھتے ہیں پھر ایک کو متواتر اور دوسری کو شاذ کہنے کے کیا معنی

ہیں ؟

اول توعشرہ میں سے، پھرایک راوی کی روایت متواتر ہے اگرقراءت بالجرکسی راوی کاتفرد بھی ہوتاتوپھر بھی وہ قراءت متواترہ ہوتی اوریہاں توسبعہ میں سے برابربرابرقاری نصب اورجرکوپڑھتے ہیں اس میں توادنیٰ درجہ میں بھی قراءت بالجرکے تواترمیں شبہ کی گنجائش نہیں ہے اگراس طرح قراءت متواترہ میں شبہات پیدا کرکے ان کوقراءت شاذہ بنایاجائے گاتوقراءت بالنصب کابھی متواترہوناثابت نہیں کیاجاسکتایہ دونوں قراءتیں یقیناً متواترہ ہیں۔

جن لوگوں نے یہ کہہ دیاہے :

''غیرمتلوقراءت کالفظ اس قراءت سے نہ مقابلہ کرسکتاہے اور نہ مخالفت۔ لہٰذامتواترہ قراءت کے مطابق ہوناہی ثابت ہوتاہے''۔

(اہل سنت پاکٹ بک ص۳۸۷)

یہ قطعاًغلط اورغیرتحقیقی بات ہے قراءت متواترہ کوغیرمتلوکہنے کا کیا مطلب ہے؟ایک روایت کے مطابق اعراب لگنے کی وجہ سے اس کی تلاوت زیادہ ہونے سے کیادوسری متواترقراءتیں غیرمتلوہوگئیں؟ ہرگزنہیں یہ ایک عامیانہ مغالطہ ہے شہرت اورتواترکامدارہمارے کثرت سے پڑھنے پرنہیں ہے بلکہ ائمہ تک ان کے بطریق شہرت وتواترپہنچنے پرہے جوقراءت اس زمانہ میں مشہورومتواترہوچکی وہ ہمیشہ مشہورومتواترہی رہے گی خواہ اس کواب ساری دنیاترک کردے اورجوقراءت اس وقت شاذتھی اب اس کے اختیارکرلینے سے وہ مشہورنہیں ہوجاتی۔

اس کی نظیر حدیث مشہور و متواتر ہے کہ ائمہ حدیث تک جو حدیث جیسی سند کے ساتھ پہنچی وہ اسی طرح بعد میں سمجھی جائے گی اگر مشہور حدیثوں کا پڑھنا پڑھانا بند ہو جائے تو وہ حدیثیں شاذ نہیں ہو جائیں گی بلکہ بدستور مشہور رہیں گی اور جو حدیثیں ضعیف سند کے ساتھ یا بطریق خبر واحد کے روایت کی گئی ہیں ان کو بعد میں شہرت حاصل ہو جانے سے مشہور کا درجہ حاصل نہیں ہو جائے گا البتہ تلقی امت بالقبول کی وجہ سے وہ قابل احتجاج ہو جائیں گی مگر سند کے اعتبار سے وہی درجہ رہے گا جو قرن اول میں ان کو حاصل تھا۔ فافهم وتفكر فانه دقيق وبالتفكر حقيق۔

نماز میں ارسال ید کے متعلق مذہب مالکی کی تحقیق

(۲) حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ارسال ید کے نماز میں قائل ہیں یا نہیں؟ تو اس کے متعلق حوالجات پر غور کر لیا جائے:

بدایۃ المجتہد میں ہے: اختلف العلماء فى وضع اليدين احدهما على الاخرىٰ فى الصلاة فكره ذٰلك مالك فى الفرض واجازه فى النفل ورأى قوم ان هٰذا الفعل من سنن الصلاة وهم الجمهور الخ (ص۱۳۷ ج۱)

اس سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب واضح ہو رہا ہے کہ فرض اور نفل میں فرق فرماتے ہیں فرض میں ارسال اور نفل میں وضع کو اختیار فرماتے ہیں مگر اشہب نے دونوں میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت

کیا ہے۔

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ شرح موطاامام مالک میں نقل کرتے ہیں :
وروىٰ اشهب عن مالك لابأس به فى النافلة والفريضة وكذاقال اصحاب مالك المدنيون وروىٰ معرف وابن الماجشون ان مالكا استحسنه ....وروى ابن القاسم عن مالك الارسال وصار اليه اكثر اصحابه الخ (ص۳۶۹ ج۱)

لیکن ارسال پر بڑا اشکال یہ ہوتا ہے کہ کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خود اپنے موطامیں روایت فرمایاہے :من كلام النبوة اذالم تستحيى فاصنع ماشئت ۔ووضع اليدين احداهماعلى الاخرىٰ فى الصلاة يضع اليمنىٰ على اليسرىٰ وتعجيل الفطروالامتيناء بالسحوروقوله يضع اليمنىٰ على اليسرىٰ من قول مالك ليس من الحديث(زرقانی ص۳۴۸ ج۲)

اس سے ان کا مذہب وضع اليمنىٰ على اليسرىٰ معلوم ہوتا ہے۔

''معارف السنن'' (ص۴۳۵و۴۳۶ ج۲) پریہ بحث اسی طرح ہے جس طرح اوپر لکھی گئی ہے۔

'' اعلاء السنن'' (ص۱۴۱ ج۲) پر'' رحمۃ الامۃ ''للشعرانی سے نقل فرمایا ہے :واجمعواعلى انه ليس وضع اليمين على الشمال فى الصلاة الافى رواية عن مالك وهى المشهورة انه يرسل يديه

ارسالاً وقال الاوزاعی بالتخییر۔

علامہ نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں :وعن مالك روايتان احدٰهما يضعهما تحت صدره والثانية يرسلهماولايضع احدٰهما على الاخرىٰ وهٰذا رواية جمهوراصحابه وهى الاشهرعندهم الخ (ص۱۷۳ج۱)

ان حوالجات سے ثابت ہوا کہ ہدایہ میں جوحدیث ان من السنة وضع اليمين على الشمال تحت السرة کے بعد فرمایاہے وهوحجة على مالك فى الارسال(ص۸۶ج۱)اس کا یہ جواب درست نہیں کہ'' صاحب ہدایہ کومغالطہ ہوا امام مالک کا یہ مذہب ہرگزنہیں'' (پاکٹ بک ص۴۰۰)کیونکہ ان کے مذہب میں ارسال کی روایت بھی ہے جیساکہ اوپرگزرابلکہ ان کے جمہوراصحاب کامذہب ارسال ہی ہے اوریہی روایت امام مالک رحمہ اللہ سے مشہور ہے البتہ یہ اعتراض درست اور قوی ہے کہ مؤطامیں ان سے ارسال کی روایت نہیں ہے بلکہ اس کے خلاف وضع کی روایت ہے۔

اسی طــرح یہ جواب بھی صحیح نہیں کہ'' صاحب ہدایہ کی مرادمالک سے دوســرامالک ہے جوکہ مذہباًشیعہ ہے''(ص۴۰۰)صاحب ہدایہ کواگر مغالطہ لگ گیاتھاتوکیاان سب ناقلین مذہب کودھوکہ لگ گیاجنھوں نے ان کے مذہب کی ایک روایت ارسل کونقل کیاہے جن میں خودان کے مذہب کے بڑے بڑے ثقہ اورعلماء متبحرین شامل ہیں؟

دوســری یہ بات بھی قابل فہم نہیں ہے کہ صاحب ہدایہ اہل سنت

کے اختلافی مسائل کو بیان کرتے کرتے ایک شیعہ (مالک) کے مذہب کی تردید کے درپے کیوں ہوجاتے۔ پھر اس جواب سے مخلصی بھی حاصل نہیں ہوتی کیونکہ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہ روایت ارسال کی موجود ہے۔ اس کا کیا جواب دیا جائے گا کیا ان کو بھی شیعہ بنایا جائے گا؟

اس وقت اس بات کی تحقیق نہیں ہو سکی کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بازو نکل جانے کی وجہ سے ارسال ید مشہور ہوگیا، بظاہر یہ تاویل صحیح نہیں معلوم ہوتی اس لیے کہ ان کے مذہب کے ناقلین نے ارسال ید کی وجہ اور سبب ان احادیث کو بنایا ہے جن میں وضع ید کا ذکر نہیں آیا۔ چنانچہ بدایۃ المجتہد میں ہے: والسبب فی اختلافهم انه قد جاء ت آثار ثابتة نقلت فيها صفة صلاته عليه الصلاة والسلام ولم ينقل فيها انه كان يضع يده اليمنٰى على اليسرىٰ (ص۱۳۷ ج۱)

اور یہ سبب کچھ معقول بھی نہیں ہے کہ بازو نکل جانے کا واقعہ مشہور ہو اور امام کا عذر معلوم ہو اس کے باوجود ان کی طرف ارسال کو بطور مذہب منسوب کر دیا گیا ہو۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال والیہ المرجع والمآب۔

سید عبدالشکور ترمذی عفی عنہ

مدرسہ عربیہ حقانیہ ساہی وال ضلع سرگودھا

۱۵/ رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ